۸ اکتوبر ۱۹۷۱ء

ہفتہ وار
ہماری زبان

جلد ۳۰ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | شمارہ ۳۸

اس شمارے میں

اداریہ

ڈاکٹر سید محمود

۲۸ ستمبر کو ایک طویل علالت کے بعد مشہور قومی رہنما ڈاکٹر سید محمود کا انتقال ہوگیا۔ وہ اکیاسی برس کے تھے۔

ڈاکٹر سید محمود علی گڑھ کی اُس نسل سے تعلق رکھتے تھے جس کی وجہ سے بقول سجاد انصاری "پیرانِ وفا کی خانقاہ سے مجاہدوں کا لشکر" نکلا۔ مولانا محمد علی اور حسرت موہانی کی روایت کو سید محمود نے آگے بڑھایا۔ وہ ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ کے بڑے ممتاز طالب علم تھے۔ کیمبرج میں ان کا اور جواہر لال نہرو کا ساتھ رہا۔ انھوں نے علی گڑھ تحریک، مسلمانوں کی قومی خدمات اور انگریزوں کی ہندوستان میں سیاست پر بڑے قابلِ قدر مضامین لکھے ہیں۔ انھیں سیاست کے علاوہ تصنیف و تالیف اور ادب سے بھی گہرا شغف تھا۔ جب نظامی بدایونی نے دیوانِ غالب کا ایک خاص ایڈیشن مرتب کر کے شایع کیا تو اُس پر ڈاکٹر سید محمود نے ایک مقدمہ لکھا تھا جس میں غالب کی شاعری میں قومی رنگ پر خاص طور سے زور دیا تھا۔ ڈاکٹر محمود کا یہ خیال تو درست نہ تھا کہ غالب کا مشہور قطعہ "اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل" غدر میں انگریزوں کی چیرہ دستی اور ایک شاندار دور کے اختتام کا مرثیہ ہے کیونکہ یہ قطعہ غالب نے اس وقت لکھا تھا جب اُن کی عمر تیس بتیس برس کی ہوگی، مگر اس میں شک نہیں کہ اس قطعے میں غیر شعوری طور پر ایک دور اور ایک تہذیب کے زوال پر ماتم کی لے آگئی ہے حالانکہ غالب نے دراصل جوانی کی چند روزہ اور فانی لذتوں کا بڑی فنکارانہ مہارت سے تذکرہ کیا ہے۔ بہرحال ڈاکٹر سید محمود کی دی ہوئی مثالیں صحیح نہ ہوں، مگر یہ خیال ضرور صحیح ہے کہ ایک بڑے شاعر کے یہاں اپنے دور کے میلانات اور مسائل کا عکس کسی نہ کسی طرح آ ہی جاتا ہے اور غالب کے یہاں بھی قوم کے ذہنی کرب کی بالواسطہ عکاسی ملتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب احمد نگر کے قلعے میں مولانا آزاد اور جواہر لال نہرو کے ساتھ نظر بند رہے تھے۔ غبارِ خاطر میں مولانا آزاد نے بڑے لطف سے سید محمود کا ذکر کیا ہے۔ سید محمود کی ساری زندگی قوم کی خدمت میں گزری۔ وہ مرکز میں امورِ خارجہ کے وزیرِ مملکت بھی رہے اور بہار میں تعلیم اور ترقیات کے وزیر بھی۔ آخر عمر میں ان کی بینائی بہت کمزور ہوگئی تھی اور نقل و حرکت میں خاصی زحمت ہوتی تھی، مگر انھوں نے اپنی زندگی ایسے سانچے میں ڈھال لی تھی کہ وہ مرنے سے چند ماہ قبل تک برابر قومی کاموں میں لگے رہے۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے صدر کی

فی کاپی: ۱۵ پیسے
قیمت سالانہ: ۵ روپے

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

حیثیت سے انھوں نے اس ادارے کی بڑی مدد کی اور اس کی مالی مشکلات میں خاصی کمی کردی۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے، مگر اکثریت یا ارباب اقتدار کی کوتاہیوں پر نکتہ چینی سے کبھی چوکتے بھی نہ تھے۔ ان کے انتقال سے پرانی نسل کے ایک اور ممتاز قومی کارکن اور رہنما سے ہم محروم ہوگئے ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اردو میڈیم اسکولوں کیلئے جامع نصاب تعلیم

دلّی کے اردو میڈیم اسکولوں میں نئے سلیبس کے رواج پانے کے بعد نئی نئی مشکلیں پیدا ہوئی ہیں ان پر قابو پانے کے لئے دلی میں مجلس ترقی اردو نام کا ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ نے قلیل عرصہ میں تیسری کلاس سے لے کر گیارھویں کلاس تک کے لئے ایک جامع اور ہمہ گیر نصاب تعلیم شروع کیا ہے۔ اب تک تاریخ، شہریت، جغرافیہ، فزکس، بائلوجی اور کیمسٹری پر ۱۵ - ۱۶ کتابیں تیار ہوچکی ہیں۔ یہ سب کتابیں دلّی کے اردو میڈیم اسکولوں میں داخل نصاب ہیں۔ کتابوں کی چند خصوصیات۔

(۱) کتابیں بہت ارزاں ہیں یعنی ۲۰۰ صفحات کی کتاب کی قیمت صرف ایک روپیہ پچاس۔

(۲) کتابت، طباعت اور تصحیح کا معیار اونچا ہے۔

(۳) جگہ جگہ نقشے، ڈائگرام اور تصویریں دی گئی ہیں۔

(۴) زبان و بیان معیاری ہے۔

(۵) مواد مستند کتابوں سے لیا گیا ہے۔

• منیجر گرین بک اسٹور دہلی

صلائے عام

شعرائے کرام بنگلہ دیش سے متعلقہ اپنی نظمیں مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں عنقریب کتابی صورت میں شائع ہوں گی۔

• رشی نیپالوی ۷-۹/۹ء

چنڈی گڑھ

مستقر جنگاؤں۔ ودیگر مواضعات پر اردو جماعتوں کے قیام کا مطالبہ

جنگاؤں: محمد محبوب خاں۔ معتمد انجمن ترقی اردو شاخ جنگاؤں نے اپنے ایک بیان میں بتلایا کہ مستقر جنگاؤں اور مواضعات موضع۔ نلوٹلہ گٹہ ڈگدہ، ہمبرتی، منتیال۔ بچاپیٹ وغیرہ پر جہاں اردو داں طلبہ کی کثیر تعداد موجود ہے ان مقامات پر اردو جماعتوں کے قیام کے سلسلے میں انجمن کی جانب سے محکمہ تعلیمات ضلع پریشد ورنگل و پنچایت سمیتی جنگاؤں سے متعدد مرتبہ نمائندگی کرتے ہوئے۔ تقریباً ایک سال سے طویل مراسلت کا سلسلہ جاری ہے لیکن حکومت اور محکمہ تعلیمات کی جانب سے غیر ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جا کر اردو مادری زبان کے طلبہ کو اردو کی تعلیم سے محروم کردیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اردو زبان نے اس ملک میں جو خدمت انجام دی ہے۔ اس کی تاریخ و افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اردو زبان نے ہر مذہب کی خدمت گذاری میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ اور اس زبان کو ہندوستان کی مشترکہ تہذیب و تمدن میں بلند مقام حاصل ہے۔ انھوں نے حکومت اور محکمہ تعلیم سے خواہش کی ہے کہ فوری طور پر اس خصوص میں فراخدلانہ رویہ اختیار کرکے تعلقہ جنگاؤں کے جملہ مدارس میں اردو داں طلبہ کی کثیر تعداد موجود ہے اردو جماعتوں کا آغاز کرنے اور اس مقصد کے لئے اردو اساتذہ فراہم کرتے ہوئے۔ اردو زبان کو سربلند ہونے کے مواقع عطا کئے جائیں۔

• محبوب خاں

بزم نامعلوم

نوحۂ غم

بر وفات ڈاکٹر سید محمود

سماں ماتم کا ہر جانب عیاں ہے
جسے دیکھو وہ سرگرم فغاں ہے

وفور یاس سے خونِ جگر آہ
لہو ہو ہو کے آنکھوں سے رواں ہے

ہے سوزِ غم سے ہر دل بسکہ محزون
الم کی ہر زباں پر داستاں ہے

زمانے سے ہوا ہے کون رخصت
کہ یوں ماتم سرا سارا جہاں ہے

جہاں سے کس نے باندھا رخت ہستی
کہ وقف نالہ ہر پیر و جواں ہے

جو اپنی عمر نذر قوم کردے
اب ایسا شخص دنیا میں کہاں ہے

رہا تا عمر وقف خدمت ملک
یہ حالی ہمتی کا اک نشاں ہے

صدا اس پر کرے گی ناز تاریخ
کہ موت اس کی حیات جاوداں ہے

نہیں کی ہوسکے ہرگز تلافی
یہ کیا رشتہ ورشں کا زیاں ہے

•

مرزا سعید الظفر چغتائی

اکادمیوش کے محلّے میں

فرانسیسی اخبار: فگارو (۴)

انسانی تہذیب اور علمیت کی تاریخ میں یونان کی عظمت مسلّم ہے۔ اس ملک کے قدیم ترین باشندوں نے تقریباً پندرھویں صدی ق۔م میں مصر اور ایشیا کی تہذیبوں سے استفادہ کرنا شروع کیا۔ لوور (پیرس)، برٹش میوزیم (لندن)، مسٹر وپولیٹن میوزیم (نیویارک) وغیرہ میں محفوظ تہذیبی آثار سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی قدیم ترین تہذیبیں ایک طرف موجودہ چین کے شمال مغربی گوشے اور دوسری جانب وادیٔ نیل میں پیدا ہوئیں، یہ تہذیبیں خود کیسے اُبھریں یا کہیں اور سے آئیں، اس بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ ممکن ہے نئی تحقیقات نیل کی تہذیب کا قدیم افریقی تہذیبوں سے اور وسط ایشیائی تہذیب کا چینی تہذیب سے تقدیم و تاخیر کا رشتہ یا رابطہ و عدم تعلق کا مسئلہ حل کر سکے۔ ابھی تک یہی کہا جا سکتا ہے کہ وسط ایشیائی تہذیب تقریباً آٹھ دس ہزار برس میں توران، عراق، شام اور فلسطین ہوتی ہوئی قدم بہ قدم بحیرۂ روم کے جزیروں، مثلاً قبرص اور کریٹ میں داخل ہوئی۔ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ کے یونان کا سنگم پیش آیا اور گویا انسانی فکر و عمل میں ایک دوسری ہی جان پڑ گئی۔ تاریخ نے ہزاروں بار ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ جو لوگ وسیع القلبی سے دوسروں کی اچھی باتیں اپنا لیتے ہیں اور جہاں کہیں سے حکمت و دانش کی بات ملے، شکر گزاری کے ساتھ لے لیتے ہیں، خوب پھولتے پھلتے ہیں، جبکہ خود نگری اور خود ستائی کا عمل، جو اپنی ہر چیز کو بھلا اور دوسرے کی ہر چیز کو برا بتاتا ہے، زوال کا ضامن ہوتا ہے اور نفی وجود کی منزل تک لے جاتا ہے۔

ایشیائی تہذیب کے فکری و عملی عناصر کا زیادہ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ مصر میں نجوم و ہیئت اور ریاضی کا خوب چرچا تھا۔ یونانی طالب علم استاد بن جانے کے بعد بھی اسکندریہ کو اپنا گہوارہ بنائے رہے، اور تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد رومیوں کے ہاتھوں یونان کے برباد ہونے کے بعد اسی اسکندریہ میں وہ یونانی سرمایۂ علم محفوظ ملا جسے عربوں نے دوبارہ سکۂ رائج الوقت بنایا۔

اہلِ یورپ کو یونان کی پوری اہمیت کا اندازہ سترھویں صدی میں احیاءِ فکر کی تحریک کی شکل میں ہوا۔ عیسائی مذہب کی کورانہ خانقاہی تقلید نے یورپی عوام کے ذہن کو جن اوہام کی آماج گاہ بنا دیا تھا، یونان کی آزاد فکری کی گہرائی اور گیرائی نے اسے صاف کر کے ترقی کی راہوں پر گامزن کیا۔ جن لوگوں نے اپنے وقت کے کلیسا زدہ ذہنوں کو سقراط، افلاطون اور ارسطو کی قدر سکھائی، ان میں انقلابی عالم مارسی لیو (فی چی نو) اور پی (ان) ڈولی کے پک بہت اہم ہیں یورپ کی احسان مندی کا اظہار اس مشہور جملے سے زیادہ غلو کے ساتھ اور کہاں ملے گا،

'فطرت کی اندھی طاقتوں کے علاوہ، دنیا میں جو کچھ ہے یونان کی دین ہے۔'

'مغربی خوشحال دنیا'

یعنی مغربی یورپ اور شمالی امریکہ بلکہ ایک حد تک مشرقی یورپ اور لاطینی امریکہ میں بھی چھٹیاں سیر و سیاحت میں گزارنے کا رواج ہے۔ لوگ اگر گھر جاتے ہیں تو کرسمس کے موقع پر، ورنہ اس زمانے میں بھی پہاڑی کھیلوں کی چاہ میں نکل جاتے ہیں اور برف پر پھیلے پھرتے ہیں گے۔

نگر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ پڑھے لکھے لوگ سیاحت میں فطرت اور تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ خوب تیار ہو کے جاتے ہیں، ان کی مدد کے لئے سیاحت کی کتابیں جغرافیہ، تاریخ اور جغرافیائے کے ماہروں کی مدد سے تیار کی گئی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں فرانس وغیرہ کے متعلق ہوا کرتیں۔ لیکن اب بڑھتے ہوئے عالمی رجحان سے کشش نظر

ا۔ ر۔ شمس صدیقی

آخرِ شب

جب اُبھرتا ہے کبھی ذہن سے یادوں کا دھواں
اور تری ذات میں تحلیل سا ہو جاتا ہے

تو بصد شوق بصد سادگی و حسنِ خلوص
سر جھکائے ہوئے آزردہ و رنجور و ملول

غم کی چادر میں چھپائے ہوئے اپنا چہرہ
دل کی تھالی میں سجائے ہوئے اُمید کے پھول

آ کے میرے دلِ خوں گشتہ کی دہلیز کے پار
جانے کیا سوچ کے چپ چاپ ٹھہر جاتی ہے؟

دوردور کے اہم خطے یہاں تک کہ ہندوستان، چین، جاپان، میکسکو اور جنوبی امریکہ و افریقہ کے ممالک بھی شامل کرلیے گئے ہیں۔ ان کتابوں کا ایک متوسط سطح پر مفید اور دلچسپ سلسلہ فرانسیسی موٹر کمپنی مشلین MICHELIN نے سبز جلدوں میں تیار کرایا ہے، جو نسبتاً سستا ہے۔ لیکن GUIDE BLEU نیلی رہنما کتابوں کا سلسلہ قدیم تر اور زیادہ معیاری ہے۔ یہ کتابیں گراں بھی ہیں۔

مترجم ذیل مضمون کے مصنف موریس دروؤں MAURICE DRUON اکادمی کے رکن ہیں۔ اکادمی سے مراد فرانس کی پانچ منفرد اکادمیاں ہیں۔ ان میں سے چالیس اراکین پر مشتمل فرانسیسی اکادمی کو کارڈنل رشلیو RICHELIEU نے ۱۶۳۵ء میں بنیادی طور پر ایک مستند فرانسیسی لغات مرتب کرنے کے لئے قائم کیا تھا۔ اس اکادمی کا فیصلہ فرانسیسی زبان کے لئے حرف آخر ہے۔ لیکن لغات سازی کا کام اتنا پھیلا کہ چند حرفوں سے آگے آج تک نہ جاسکا۔ آج فرانسیسی کی مستند ترین مکمل لغات لیٹرے LITTRE ہے۔ اس کے بعد روبیر ROBERT اور لاروس LAROUSSE آتے ہیں۔ کئی کئی ضخیم جلدوں کی یہ تالیفات اپنے لکھنے والوں کے نام سے موسوم ہیں۔ آخرالذکر دراصل لغات بھی ہے اور انسائکلوپیڈیا بھی اور اس کے کئی ایڈیشن سات سے لے کر ایک جلد تک کے بازار میں مل جاتے ہیں۔ فارسی میں آقائے دہخدا مرحوم نے اسی طرح کی یادگار چھوڑی ہے۔ لاروس پر کام جاری ہے اور ہر چار پانچ برس میں نیا ایڈیشن آجاتا ہے، جس میں خاصا اضافہ و ترمیم ہوتا ہے۔

دوسری اکادمی آثار و ادبیات عالیہ کی ہے۔ اسے کولبیر COLBERT نے ۱۶۶۳ء میں تاریخ و آثار قدیمہ کی نگرانی کے لئے قائم کیا تھا۔ علوم SCIENCES کی اکادمی ۱۶۶۶ء میں قائم ہوئی۔ اس کے گیارہ حصے جیومیٹری، مکانکس، ہیئت، جغرافیا اور جہازرانی، فزکس، کیمیا، ارضیات، نباتات، حیوانات، دیہی معاشیات، نیز طب اور سرجری سے متعلق ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں چھ چھ رکن ہیں۔ چوتھی اکادمی فنون لطیفہ کے لئے وقف ہے۔ اس کے پانچ حصے ہیں، جن میں قلم کاری PAINTING کے بارہ، سنگ تراشی و تعمیرات کے آٹھ آٹھ، نقاشی GRAVURE کے چار اور موسیقی کے چھ رکن ہیں۔ یہ سب حصے ۱۷۹۵ء سے یکجا ہوکر ایک اکادمی بن گئے ہیں۔

پانچواں اکادمی اخلاقی علوم اور سیاسیات کی ہے اور انقلابی اسمبلی کونونسیون CONVENTION کے ہاتھوں ۱۷۹۵ء ہی میں قائم ہوئی۔ اس کے چالیس رکن فلسفہ، اخلاقیات، قانون سازی، سیاسی معاشیات اور تاریخ و جغرافیہ سے متعلق پانچ حصوں میں برابر برابر تقسیم ہیں۔

پانچوں اکادمیاں باہم فرانس کا انسٹی ٹیوٹ INSTITUT DE FRANCE کہلاتی ہیں اور ملک میں علم، ادب اور فن کا معیار قائم رکھنے کی ضامن ہیں۔ دوسری، چوتھی، پانچویں اکادمی کے ایک ایک اور تیسری اکادمی کے دو مستقل معتمد اراکین کے علاوہ ہوتے ہیں۔ پہلی اکادمی موسوم بہ فرانسیسی اکادمی سب سے افضل سمجھی جاتی ہے، اس میں مختلف علوم و فنون کے عالمی سطح کے ماہر اور قومی ہیرو وغیرہ شریک رہے ہیں۔ موریس دروؤں اس اکادمی کے رکن منتخب ہوئے، تو انھیں افلاطون کی اکادمی یاد آگئی۔ اپنا یونان کا سفر آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور وہ احساس ذمہ داری سے جھک گئے۔ یہ مضمون انھوں نے اکادمی کے پرانے اراکین کے سپاس نامے کے طور پر لکھا ہے، جو نئے رکن کا انتخاب باتفاق رائے کرتے ہیں۔

فرانس کی موجودہ یونیورسٹیاں ابتداءً تعلیم دینے والی اکادمیاں ہی تھیں۔ اس طرح آج کی سبھی یونیورسٹیوں کا افلاطون کی اکادمی سے رشتہ قائم ہوتا ہے۔ تعلیمی اداروں کے ہم جیسے خادموں کو خلوت میں اپنے ضمیر سے پوچھنا چاہیے کہ ہم کس حد تک اپنی بلند نسبت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

"مجھے وہاں تک پہنچنے میں خاصے تحمل سے کام لینا پڑا۔ میرا سائیس اپنی کھڑکھڑاتی بگھی کے پندرہ گھوڑ ناہموار راہوں پر بھی بڑی چابک دستی سے ہانکتا تھا۔ مگر اسے اصرار تھا کہ مجھے شاہراہ دنی زوش VENIZELOS پر واقع اس نوکلاسیکی سفید عمارت کے سامنے لے جانے پر جو جدید اتھنس کے لئے مایۂ ناز ہے۔ اس کے سوا دوسری اکادمی اسے معلوم نہ تھی۔

میں سوچتا ہوں کہ دراصل سیاحوں کو افلاطون کی اکادمی تک جانے کی قطعاً عادت نہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ (وہاں پہنچ کر) ان میں سے زیادہ تر مایوس ہوں گے۔ ایلیوسس ELEUSIS کے راستے پر واقع یہ بیرونی محلہ بہت کم دیدنی ہے۔ یہیں کے چھوٹے چھوٹے مکانوں میں سے بعض زمانۂ آزادی کے وقت کے ہیں اور صرف یونان کی اعلیٰ درجے کی آب و ہوا کی بدولت اب تک کھڑے ہیں، غریب فن (آثار قدیمہ) کے نوآموزوں نے بڑی بڑی کھدائیاں کر رکھی ہیں اور بادی النظر میں گمان ہوتا ہے کہ

کسی زبردست نئی عمارت کی بنیاد پڑنے والی ہے ...... خوش قسمتی سے ایسا نہیں ہے۔

(یہاں کی، تاریخی زمین میں کچھ دنوں سے آثار قدیمہ والوں کے کھودے ہوئے ان دبیز گڈھوں میں، جہاں دبی بلیاں اور چھوری کے ٹکڑوں پر پڑتی رہتی ہیں، عجیب بات ہے کہ آثار کا ہجوم نہیں۔ کھنڈرات ملبوں کے نیچے سے مشکل ہی سے نمایاں ہوتے ہیں۔

یہاں ایک بنیاد جس پر کبھی ایک دالان کے ستونوں کی قطار کھڑی تھی: تخیل میں کسی ہزار سالہ مکان کی منہدم بھول بھلیاں! وحشت سرا کے نقش و نگار سے ٹکنا ایک اچھا ہے کہ یہاں تنہا نوشِ جان کرنے کے لیے ہم یادوں کا اپنا خوانِ نعمت ساتھ لائیں۔ اپنی رہنما کتاب کو دسترخوان کی طرح استعمال کرتے رہیں اور خوابوں کی دنیا میں کھو جائیں۔ یاد کریں کہ ہم ستونوں کے اس گاؤں میں ہیں، جہاں اُڈیپس مرنے آیا تھا، جہاں سوفوکلیس پیدا ہوا تھا؛ خود سے پوچھیں کہ وہ مقامی ہیرو "اکادموس" کون ہو سکتا ہے، جس نے اس مقام کو اپنا نام دیا اور جس کے بارے میں ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اس نے زیوس کے دونوں لڑکوں دیوس کیورش کی مدد کی تھی کہ اپنی بہن کو تیزیئس کی قید سے چھڑا لیں۔

یہاں سنتے تھے کہ وہ بارہ زیتون کے درخت ملتے ہیں، جو اکروپولس کے درخت سے قلم کیے گئے تھے۔ جیتنے والے ورزش پیشوں ATHLETES کو ان کی ہر فصل سے تیل مہیا کیا جاتا تھا۔ یہاں پرومیتھیئس کے ممبر پر وہ آگ جلا کرتی تھی جس سے پیناتھینے کے زائر اپنی مشعلیں بڑے اہتمام سے جلایا کرتے تھے۔ یہیں افلاطون اپنے گہوارۂ علم و فن میں وہ سب کچھ سکھایا کرتا تھا جو اسے کائنات، انسانوں اور دیوتاؤں کے بارے میں معلوم تھا۔ پڑوس کے فنی اکھاڑوں کے نعرے اس کے درسوں کے درمیان گونجا کرتے تھے۔

یہ سنگ مرمر جسے میں آج بھی چھو سکتا ہوں وہی ہے افلاطون جس کا سہارا لیا کرتا تھا، جو بیس سو سال پہلے بھی شاہ بلوطوں کے گنبد (زیتی فام) سے آ کر اس میں یہی شعاعیں پیوست ہوا کرتی تھیں (جو آج ہو رہی ہیں)۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں ہر اس چیز کا آغاز ہوا جسے علمیت کی تحریک سے وابستہ کیا جا سکتا ہے جسے علمی کہا جاتا ہے اور جو ذہن در دریچہ کا مدرسہ بن سکی۔

اور اس اکادموس کے محلے سے اس مکان کو بھی کیسے وابستہ نہ کیا جائے جو سرو کے دو رویہ قطاروں سے سجے ہوئے فیسول کے پرانے راستے پر فلورنس کے اوپر واقع ہے اور جہاں مارسیلیو فی چی نو اور پی کو مِرانڈولا کے ایک نے قدیم تہذیب کو عیسائیت سے گلے ملا کر افلاطون کے اور ہمارے درمیان ایک بڑا رابطہ پیدا کیا تھا۔

ہاں میں یہ باتیں سوچتا رہا اور دفنی کے سروں اور ایلوسس کے دھندلکوں پر شفق چھا گئی۔

یہ گذشتہ اگست کے مہینے کا آخری دن تھا۔ مادرِ مہربان یونان میں میرا قیام اس آخری زیارت پر تمام ہو رہا تھا۔ (دھوپ میں تپ کے) تانبا بن جانے والی اس زمین پر میں نے ایک پیالہ شراب لنڈھا دی، یہ اتنا ہی میری احسان مندی کا ہدیہ عقیدت تھا جتنا آرزو کا!

پچھلے ہفتے میں اکادموس کے محلے کے حالات پڑھ رہا تھا، یہ میرے اس تھوڑے سے وقت کا استعمال تھا، جو اپنے اختیار میں ہوتا ہے، جب انسان خود کو فطرت میں محو کر دیتا ہے، لیکن جب لمحات عجب انداز سے طویل ہو جاتے ہیں اور خیالات اپنے بنیادی محوروں سے ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔

دوسرے ہی لمحے آرزو سرشار مدعا ہو گئی[ملہ] اور میرے ذہن کی پوری سطح ان لوگوں کی احسان شناسی سے بھر گئی، جو سین کے کناروں پر رشل[ملہ] کی خواہش کے مطابق اکادموس کی میراث کی حفاظت اور تجدید کی ضمانت لیے ہوئے ہیں۔

"اعزازات کم از کم جن کے بارے میں ہم واضح طور پر جانتے ہیں کہ ان کی آرزو کیوں، جب مل جاتے ہیں تو غرور کے بجائے انکسار کو ابھار دیتے ہیں۔ کیونکہ جن قدیم اور تاریخی عظمتوں سے وہ ملے جاتے ہیں، انسان خود ان کے بار کا متحمل ہونے کا انتظار کرنے لگتا ہے۔"

ملہ سلسلے کے لیے ہماری زبان کے ۱۵ر اپریل، ۱۵ر مئی اور ۱۵ر جولائی

کے شمارے ملاحظہ ہوں۔

۲؎ ادبیات اور فنونِ لطیفہ میں، رومانویت کے برخلاف، قدیم یونانی اور لاطینی اسلوب کی پوری تقلید کو کلاسکیت CLASSICISM کہتے ہیں۔ کلاسکی زمانے سے قبل مسیح کے یونان، روما کے علاوہ فرانس وغیرہ کی سترھویں صدی بھی مراد ہوتی ہے جب اس تقلید کا یورپ میں احیاءِ نو RENAISCENCE کے باعث زور تھا NEO-CLASSIQUE وہ جدید طرز ہے جس پر کلاسکیت غالب ہو۔

۳- الیوسس ELEUSIS اتھنس کے شمال مغرب میں گاؤں ہے، جہاں دیوتا دمیتر (کرۂ ارض کا مشخّص) کا مندر تھا، یہاں فطرت کے ان سربستہ رازوں کی تقریب منائی جاتی تھی، جن کا اس زمانے میں چرچا تھا۔

۴؎ ۱۴۶ ق۔م میں یونان روما کا ایک صوبہ ہو گیا تھا، زمانۂ آزادی یا تو اس سے پہلے کا زمانہ ہو سکتا ہے، یا نویں سے بارھویں صدی کا زمانہ، جب یونان خوب خوشحال تھا۔

۵؎ اُوے دیپ OEDIPE یونانی حکایتوں LEGENDS کا ہیرو ہے تھیبس THEBES کے بادشاہ لائی اوس LAIOS کا بیٹا تھا۔ کاہنوں کی تنبیہ پر بچپن ہی میں جلا وطن ہو گیا تھا۔ بڑا ہوا تو ایک دوسرے کو پہچانے بغیر باپ بیٹے میں جنگ ہوئی اور بیٹے نے باپ کو دانستہ قتل کیا۔ بادشاہ کے جانشین نے ملک پر نازل بلا SPHYNX کو مار کر اہلِ وطن کو نجات دلانے کے صلے میں اُوے دیپ کو تاج و تخت اور ملکہ کا ہاتھ سونپ دیا۔ بعد میں معلوم ہونے پر کہ وہ ماں بیٹے ہیں، ملکہ جوکاسٹ JOCASTE نے خودکشی کر لی اور اُوے دیپ نے اپنی آنکھیں پھوڑ، پھر جلا وطنی اختیار کر لی۔

۶؎ سوفوکلس SOPHOCLE (۴۹۵ تا ۴۰۵ ق۔م) کولون میں پیدا ہوا۔ المیہ نگار شاعر کی حیثیت سے بڑی عظمت کا حامل ہے۔ اس کی سات تخلیقات ہم تک پہنچی ہیں اور سبھی درجۂ اوّل کی گنی جاتی ہیں۔ ان میں دو المیے اُوے دیپ کہلاتی ہیں۔ سوفوکلس کی تحریریں روانی، فطری اندازِ بیان اور انسان کے اپنے فکر و عمل کی اہمیت پر زور دینے کے لئے مشہور ہیں۔

۷؎ زیوس ZEUS یونانی دیومالا کا خاص الخاص دیوتا۔ قدیم رومیوں نے اسے مشتری JUPITER سے ملا دیا۔

۸؎ دوئس کورس DIOSCURES برجِ جوزا کے دو روشن تارے CASTOR اور POLLUX یونانی دیومالا کے مطابق دو لڑکوں کے انفرادی ناموں پر مشہور ہیں، دوئس کورس ان کا عائلی نام ہے۔

۹؎ تے زے THESEE نیم افسانوی شخصیت ہے۔ کہتے ہیں کہ اتھنس کا قدیم دستور اسی نے تیار کرایا اور آتیق ATTIQEE (جزیرہ جس پر اتھنس واقع ہے) کی سب سے پہلی تنظیم کی۔ اس کی غیر معمولی شجاعت کی داستانیں ہرقل سے ملتی جلتی ہیں۔

۱۰؎ اتھےنا ATHENA فکر و فن اور صنعت کی یونانی دیوی زیوس کی بیٹی، رومیوں نے اسے منروا MINERVA سے ملا دیا۔

۱۱؎ اکروپل ACROPOLE پہاڑی پر واقع قدیم اتھنس کا قلعہ بند شہر، محلات اور دوسری خوبصورت عمارتوں سے مزین تھا، پانچویں صدی ق۔م میں ایرانی حملے سے تباہ ہوا۔

۱۲؎ پرومے تھیس PROMETHEE آگ کا دیوتا، یونانی دیومالا میں پہلی انسانی تہذیب کا موجد ہے، مٹی سے آدمی بنا کے، اس میں جان ڈالنے کے لئے، پرومے تھے یا پرومے تھیس آسمان سے آگ لے آیا، جس کی پاداش میں زیوس نے اسے کوہِ قاف میں قید کر دیا، جہاں ایک گدھ مستقلاً اس کا کلیجہ کھائے جاتا تھا۔ آخرش ہرقل نے گدھ کو مار کے اسے نجات دی۔ جدید اردو ادب میں اس کردار کا ذکر گذشتہ دس بیس برس سے بار بار آ رہا ہے۔ اسے محبت ایثار اور انسان دوستی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

۱۳؎ پناتنے PANATHENEE اتھنس میں دیوی اتھےنا کے اعزاز میں منایا جانے والا تہوار۔

۱۴؎ متن میں اگبو ارڈ علم و فن، کے بجائے میوز کا گھر آیا ہے۔ یونانی دیومالا کے مطابق زیوس اور منے موزن MNEMOSYNE کی نو لڑکیاں تھیں اور وہ MUSES کہلاتی تھیں۔ یہ تمام فنونِ لطیفہ، شعر و ادب وغیرہ کی سرپرست ہیں اور ہر معجزۂ فن ان کے التفاتِ خاص INSPIRATION کا نتیجہ ہوتا ہے۔

۱۵؎ متن میں لفظ ACADEMIE اور ACADEMIQUE آئے ہیں۔

۱۶؎ FIESOLE اٹلی کے مشہور تاریخی اور فنونِ لطیفہ کے لئے مشہور شہر فلورنس سے ۵ میل شمال مشرق میں واقع ہے۔

۱۷؎ FLORENCE کا پورا شہر از اوّل تا آخر عجائب خانے کی طرح دیدنی ہے۔

۱۸؎ MARSILIO FICINO (۱۴۳۳ تا ۱۴۹۹) فلورنس میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے افلاطون کا ترجمہ کیا اور اطالیہ میں اس کے خیالات پھیلائے۔

۱۹؎ PIC DE LA MIRANDOLE (۱۴۶۳ تا ۱۴۹۴) نو وطنی اطالوی عالم، اپنے اجتہاد، نیز فلسفہ، علوم اور دینیات پر اپنی وسعتِ نظر کے لئے مشہور ہیں جن کے دل

کا قلعہ شمالی اطالیہ میں واقع ہے۔

[19] DAPHNI کے باغات دیا نا کی طرح اپنی دنیائے شعر و شباب کے لئے مشہور ہیں۔

[20] قدیم تہذیبوں میں اظہار عقیدت کا والہانہ انداز تھا کہ کسی کے نام شراب لنڈھا دی جائے۔

ایک عربی شاعر لکھتا ہے: تیری قبر پر بیٹھے پیتے ہیں اور لنڈھاتے جاتے ہیں کہ اگر یہ شراب تجھ تک نہ پہنچے گی تو اے گم گشتہ دوست! تیری قبر ہی سیراب ہو جائے گی۔

یونان میں بھی یہ روایت ملتی ہے۔

[21] یعنی اکادمی کے رکن منتخب ہو جانے کی خبر پہنچی۔ واقعہ دسمبر ۱۹۶۶ء کا ہے۔

[22] CARDINAL ARMAND RICHELIEU (۱۵۸۵ - ۱۶۴۲ء) فرانس کے وزیر اعظم تھے۔ ملک کی تاریخ میں ان کا نام بہت اہم ہے۔ بہت سے سیاسی، مذہبی، ملی اور علمی کارنامے انجام دئے۔ پروٹسٹنٹ عیسائیوں پر اتنے ظلم ڈھائے کہ ان کا فرانس سے تقریباً خاتمہ ہو گیا۔ فرانسیسی اکادمی انہی نے قائم کی۔

مترجم پریم ناتھ دت

رگوید ۱۰۳-۷/۱۱

مینڈک [1]

(۱) پجاری جنھوں نے "چپ کا روزہ" رکھا ہوا ہے اپنے حلف کی تکمیل میں سال بھر خاموش پڑے رہتے ہیں۔

ادھر مینڈک بھی برسات کے دیوتا کی تحریک پر اونچی آوازیں ٹرانے لگے ہیں۔

(۲) سوکھے چمڑے کی طرح تالاب کی تہ میں پڑے مینڈکوں کے بھلے دن آتے ہیں تو ابر رحمت برستا ہے۔

وہ اکٹھے ہو کر اونچی سروں میں بچھڑے والی گائے کی طرح کلکلانا شروع کر دیتے ہیں۔

(۳) موسم برسات میں مینڈکوں پر جب چھینٹے پڑتے ہیں۔

تو وہ جوش مسرت میں ایک دوسرے سے اس تپاک سے ملتے ہیں جس طرح کہ بیٹا اپنے باپ سے ملا کرتا ہے۔

(۴) پانی کے بہاؤ میں چھلانگیں کودتے وہ باہم محبت سے ملتے ہیں۔

جب مینڈک بارش میں کودتے پھاندتے آگے بڑھتے ہیں، سبز اور چتری دار یک الحان ہو جاتے ہیں۔

(۵) جب وہ ایک دوسرے کے بول کو استاد کے سبق کی طرح رٹتے ہیں اور پانی میں چھلانگیں لگاتے اور باتیں کرتے ہیں تو ان کا جسم خوشی سے پھولنے لگتا ہے۔

(۶) مینڈکوں میں ایک تو گائے کی آواز نکالتا ہے اور دوسرا بکری کی، ایک تو سبز ہے اور دوسرا چتری دار۔

ان سب کا نام تو مینڈک ہی ہے مگر پھر بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں بولی اور آلاپ میں علیحدہ علیحدہ آوازیں نکالتے ہیں۔

(۷) بھرے ہوئے مٹکے کے گرد بیٹھے ہوئے پجاری کی طرح جو رات گئے تک سوم یگیہ کی طیاری میں مصروف رہتا ہے

مینڈک بھی برسات کے پہلے چھینٹے کی تقریب میں تالاب کے ارد گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

(۸) پجاریوں نے سوم رس تھامے ہوئے اس سالانہ تقریب پر اپنی آواز کو بلند کر لیا ہے۔

(باقی کالم ۲ پر)

(باقی کالم ۲ سے آگے)

مینڈک بھی گرمی سے بچنے کے لئے باہر نکل آئے ہیں، ظاہر ہو گئے ہیں اور کوئی بھی چھپا نہیں رہا۔

(۹) وہ نظام قدرت کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اور آدمیوں کو یہ موسم بھولنے نہیں دیتے۔

جونہی موسم برسات آتا ہے۔ گرمی سے تنگ آئے ہوئے مینڈک راحت حاصل کر لیتے ہیں۔

(۱۰) گائے کی طرح بولنے والے اور بکری کی طرح بولنے والے مینڈکوں نے ہمیں مالا مال کر دیا۔ سبز اور چتری دار مینڈکوں نے ہمیں خزانے بخش دئے۔ مینڈک جو ہزاروں کی تعداد میں ہمیں گئوئیں دیتے ہیں ہماری زندگی کو بڑھائیں۔

---

[1] یہ منتر ظاہراً مینڈکوں کی مدح میں ہے مگر حقیقتاً پجاریوں پر طنز ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ یونان کے نامور طنز نگار (ARISTO PHANES) نے بھی HOMSIC HEROES کے طنز میں مینڈک ہی کا انتخاب کیا تھا۔

مراسلات

اردو ڈرامہ کے مسائل کے سلسلے میں

۸ دسمبر کے شمارے کے "ہماری زبان" میں "اردو ڈرامہ کے مسائل" کے عنوان سے ایک مختصر مضمون شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں دو عجیب غلطیاں ملتی ہیں۔

(۱) کرشن چندر کے مشہور افسانہ "ہائیڈروجن بم کے بعد" کو ڈراموں میں شمار کیا گیا ہے۔

(۲) عبدالماجد دریابادی کے ڈرامہ "زود پشیماں" کو ڈاکٹر عابد حسین کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار نے ان کتابوں کو دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ورنہ یہ غلطیاں ہرگز سرزد نہ ہوتیں۔

کراچی۔ • ابوذر عثمانی

پروفیسر رشید احمد صدیقی کے مضمون "گل منزل" کی جستجو

شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اس سال "علی گڑھ میگزین" کا ایک خاص نمبر (انتخاب نمبر) ترتیب دے رہا ہے جس میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین (۱۸۹۵ء تا ۱۹۰۲ء) علی گڑھ منتھلی (۱۹۰۳ء تا ۱۹۱۹ء) اور علی گڑھ میگزین (۱۹۲۰ء تا ۱۹۹۰ء) میں گذشتہ چھیانوے برسوں کے دوران شائع ہونے والے مضامین کا بہترین انتخاب پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں راقم الحروف کو پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب کے ایک ابتدائی مضمون "گل منزل" (خصوصیات کالج) کے پہلے حصے کی ضرورت ہے جو غالباً ۱۹۱۶ء کے "علی گڑھ منتھلی" کے کسی شمارے میں شائع ہوا تھا۔ پورا مضمون چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول کے علاوہ بقیہ تین حصے دستیاب ہو چکے ہیں۔ اردو کے علمی وادبی اور تحقیقی کاموں سے دلچسپی رکھنے والے حضرات سے التماس ہے کہ اگر ان کے پاس "علی گڑھ منتھلی" کا وہ شمارہ جس میں "گل منزل" کا ابتدائی حصہ شائع ہوا تھا محفوظ ہو یا اس پورے مضمون کی نقل موجود ہو تو وہ ذیل کے پتے پر اس کی اطلاع دے کر راقم الحروف کو ممنون فرمائیں۔

• مرزا خلیل احمد بیگ
ایڈیٹر علی گڑھ میگزین
شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

شمس الضحیٰ کی تلاش

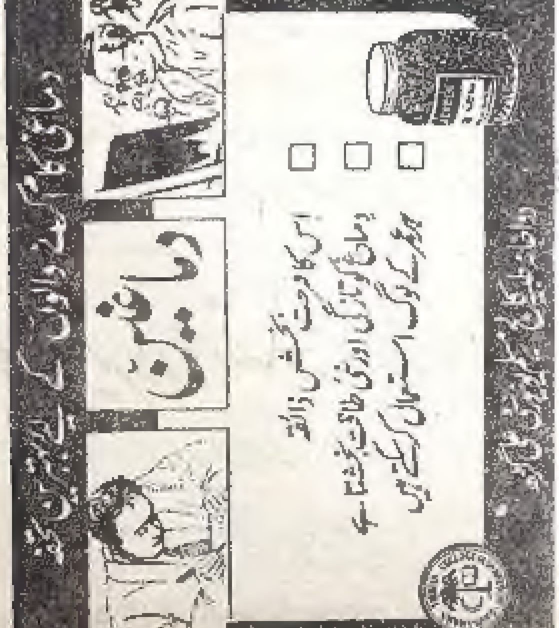
"مرزا سلامت علی دبیر" پر ایک تحقیقی مقالہ لکھنے کے سلسلہ میں مجھے "شمس الضحیٰ" مصنفہ مولوی صفدر حسین صاحب مرحوم (مطبع اثنا عشری، لکھنؤ مطبوعہ ۱۲۹۸ھ) کی ضرورت درپیش ہے۔ کوشش کے باوجود یہ کتاب ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکی۔ اگر کسی صاحب کے پاس موجود ہو یا علم میں ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر یا بذریعہ "ہماری زبان" مطلع فرمائیں تاکہ اس کتاب سے استفادہ کر سکوں۔

گورکھپور۔ • سید مجاہد حسین رضوی، معرفت ڈاکٹر نورالعین
اعزازی لکچرار شعبۂ اردو، گورکھپور یونیورسٹی

"غالبیات پر ریسرچ"

بھوپال: میں نے پی، ایچ، ڈی کی سند کے لئے اپنے تحقیقی مقالہ کا موضوع "غالبیات کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ" منتخب کیا ہے اور اس موضوع پر کام شروع کر دیا ہے۔ امید ہے متعلقہ اصحاب مجھ سے مکمل تعاون فرمائیں گے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

• متین سعید۔ ریسرچ اسکالر۔ شعبۂ اردو سیفیہ کالج
بھوپال (مدھیہ پردیش)



انجمن کی خبریں

کوئٹہ کے کالج اور اسکولوں میں اردو کی کلاسیں جاری ہوگئیں

کوئٹہ: انجمن ترقی اردو کوئٹہ کی کوششوں سے تقسیم ملک کے بعد پہلی مرتبہ گورنمنٹ کالج کوئٹہ میں بی اے کلاسز میں اردو جاری ہوگئی ہے۔ اردو کلاسوں میں داخلے بھی ہوگئے ہیں علاوہ ازیں، ووکیشنل سکنڈری اسکولوں میں بھی اس سال سے نویں جماعت میں اردو کی تعلیم جاری ہوگئی ہے۔ اس سلسلے میں انجمن ترقی اردو کے ایک وفد نے انسپکٹر آف اسکولز سے ملاقات کی۔ انسپکٹر صاحب کو وفد نے ایک عرضداشت دی تھی، اردو سے متعلق اردو داں طلبہ کو جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان پر بھی ان کی توجہ مبذول کرائی تھی۔ انسپکٹر صاحب نے وفد کی باتوں کو توجہ سے سنا اور وفد نے جتنے مطالبات ان کو پیش کیے تھے انھوں نے فوراً ہی ان کو پورا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

• بدلا ہوا زمانہ بے پور

انجمن ترقی اردو کوئٹہ کے نئے انتخابات

کوئٹہ: کوئٹہ میں انجمن ترقی اردو کی شاخ عرصہ دراز سے قائم ہے حال ہی میں اس کے نئے انتخابات عمل میں لائے گئے ہیں۔ مندرجہ ذیل حضرات کو عہدیدار منتخب کیا گیا ہے:

جناب اے ایم اختر ایڈوکیٹ۔ صدر
الحاج عبدالشکور صاحب۔ نائب صدر
سلطان احمد صاحب، جنرل سکریٹری،
ڈاکٹر حکیم ایم علیم خاں صاحب (علیگ)، سکریٹری
الحاج محمد بخش صاحب ڈسلام۔ خازن۔

• بدلا ہوا زمانہ بے پور

ادارہ اردو طرز تحریر کا افتتاح

حیدرآباد: ادارہ اردو طرز تحریر کا افتتاح کرتے ہوئے جناب سرنیواس لاہوٹی آرگنائزنگ سکریٹری انجمن ترقی اردو نے اردو خوشنویسی کے فن کو ترقی دینے کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ اردو داں طلبہ کو اس جانب توجہ کرنی چاہیے۔

انھوں نے کہا کہ کسی بھی زبان کی بنیاد رسم الخط پر ہے انھوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ خوشنویسی کے فن کی کمی کی وجہ سے اخبارات، کتابیں اور دیگر رسائل وغیرہ کی کتابت اور طباعت ٹھیک نہیں ہو رہی ہے۔ اس بات کی ضرورت تھی کہ ایسا ادارہ قائم کیا جائے جہاں سے نئی نسل کو تعلیم دی جا سکے۔ جناب چاند ہاشمی اور جناب عزیز طاہر لیے بانی ادارہ سعین کاتب کی ستائش کی۔ سعین کاتب نے کہا کہ ادارہ کے قیام کا مقصد زبان کو ترقی دینا ہے۔

• نامہ نگار

کل ہند امن کونسل کا وفد یورپ کا دورہ کرے گا

حیدرآباد: کل ہند امن کونسل کی جانب سے ہندوستان کا ایک نمائندہ خیرسگالی وفد اسی مہینے میں یورپ روانہ ہو گا اس وفد کی معتمدی کے فرائض جناب سرنیواس لاہوٹی رکن عاملہ کل ہند انجمن ترقی اردو انجام دیں گے یہ وفد تین ہفتہ تک جرمنی، پولینڈ، چیکوسلواکیہ اور سوویت یونین کا دورہ کرے گا۔

• نامہ نگار

اخبار و افکار

دلی کی عدالتوں میں اردو کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک

دلی:۔ دار الحکومت کی بعض عدالتوں میں اب تک اردو کو تھوڑا بہت برداشت کیا جا رہا تھا لیکن حال ہی میں جن نئے مجسٹریٹوں اور ماتحت ججوں کا تقرر ہوا ہے ان میں کچھ ایسے ہیں جو انہی عدالتوں میں اردو کو بالکل پسند نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے بھی اردو داں پبلک کو اپنا کام مجبوراً پیسے خرچ کر کے ہندی میں کرانا پڑتا ہے۔ پارلیمنٹ اسٹریٹ کی فوجداری کی کچہری میں جناب آر۔ ڈی۔ اگروال جوڈیشنل مجسٹریٹ فرسٹ کلاس کی عدالت میں تو حد ہو گئی۔ موصوف اردو کے ضمانت نامے بھی منظور کرنے سے صاف انکار کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے تمام ماتحت اسٹاف سے کہہ دیا ہے کہ کوئی کام اردو میں نہیں ہوگا چھوٹی موٹی درخواستیں بھی مجسٹریٹ موصوف اردو میں لینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

جناب آر۔ ڈی۔ اگروال کا کہنا ہے کہ دلی کی ماتحت عدالتوں کی زبان ہندی ہے۔ حکام بالا کو اس طرف فوری توجہ دینی چاہئے۔ • الجمعیۃ دہلی

بنارس کے ایک کالج میں اردو کے ساتھ دھاندلی

بنارس کے مقامی ڈی۔ اے۔ وی۔ ڈگری کالج میں اس تعلیمی سال سے پری یونیورسٹی کورس کامرس اور آرٹ میں اختیاری مضامین کے علاوہ طلبہ کے لئے دو لازمی مضامین رکھے گئے ہیں۔

(۱) انگریزی یا ہندی (۲) آسان ابتدائی ہندی یا سنگلہ

بیشتر طلبہ نے اپنے فارموں میں انگریزی اور آسان ہندی بھری اور ان کا داخلہ ہو گیا۔ اب ان طلبہ سے کہا جا رہا ہے کہ انگریزی تو صرف ان کو ملے گی جن کی مادری زبان انگریزی ہوگی۔ نیز یہ کہ ہندی اور جنرل ہندی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ طلبہ ہندی کے ساتھ ساتھ سنگلہ بھی لازمی طور پر پڑھیں۔ اردو داں طلبہ نے مطالبہ کیا کہ اگر انھیں انگریزی نہ دی جائے گی تو اس کے بدلے میں ان کے لئے اردو پڑھائے جانے کا انتظام کیا جائے مرکزی اور ریاستی سرکاروں نے پانچ طالب علموں پر اردو پڑھانے کا اعلان کیا ہے۔

اس کلاس میں ۱۳ طلبہ ہیں جو صرف اردو پڑھنا چاہتے ہیں جن میں پانچ مسلمان ہیں ایک سکھ اور ایک ہندو۔ اس طرح یہ شرط بھی پوری ہو جاتی ہے۔ اس مطالبہ پر پرنسپل نے کہا کہ اردو نہ یہاں کبھی رہی ہے اور نہ ہوگی اور طلبہ کو سنگلہ بہر حال پڑھنا پڑے گی حالانکہ ڈی۔ اے۔ وی۔ کالج کے سنسکرت میں اردو پڑھائی جاتی رہی ہے اور آج بھی پڑھائی جاتی ہے) طلبہ نے مطالبہ کیا کہ یہی بات انھیں لکھ کر دی جائے۔ مگر پرنسپل نے کوئی بھی تحریر دینے سے انکار کیا اور اپنی نامناسب اور بے جا ہٹ پر بدستور قائم ہیں۔

مرکزی اور ریاستی سرکاروں کو چاہئے کہ مذکورہ کالج کے پرنسپل کو طلبہ پر غیر آئینی طور سے سنگلہ لادنے کے مذموم منصوبے سے باز رکھیں اور فوری طور پر طلبہ کو اردو پڑھانے کا انتظام کریں۔ • سیاست کانپور

اردو اساتذہ کے مسائل

حیدرآباد:۔ صدر اردو سبھا جناب راجہ لال راجہ نے اپنے ایک بیان میں ڈی۔ ای۔ او کے اردو کے تعلق سے اختیار کردہ رویہ پر محکمۂ تعلیمات سے احتجاج کیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ نظامت تعلیمات کو تحریک کی گئی ہے کہ حیدرآباد میں اردو اسٹاف زیادہ ہونے کی وجہ سے (۱۰۰) تلگو داں اساتذہ کے تقرر کے لئے جائدادیں منظور کی جائیں۔ لیکن ان کا ایسے اردو میڈیم مدارس پر تبادلہ کیا جا سکتا ہے۔ جہاں عرصہ دراز سے جائدادیں خالی پڑی ہیں۔ جناب راجہ نے کہا کہ ایسے ٹرینڈ اردو اساتذہ جن کا انٹرویو کئی سال پہلے ہو چکا ہے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ جناب راجہ نے مزید کہا کہ اضلاع سے مختلف گریڈ کے اساتذہ کے تبادلوں کی درخواستیں ہیں اردو داں اساتذہ کی درخواستوں کو محض اس عذر کے ساتھ نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اردو اسٹاف زیادہ ہے بیان کے آخر میں جناب راجہ لال راجہ نے وزیر تعلیم جناب پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ اور ناظم تعلیمات جناب بی۔ پرتاب ریڈی سے اپیل کی ہے کہ وہ اس خصوص میں منصفانہ رویہ اختیار کریں۔ • نامہ نگار

اردو کو یوپی میں دوسری سرکاری زبان بنانے کا مطالبہ

غازی آباد:۔ یہاں ریپبلکن پارٹی یوپی کا دو روزہ اجلاس ہوا اس میں جو تجاویز پاس کی گئیں ان میں ایک تجویز یہ بھی ہے اردو کو یوپی کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔

• الجمعیۃ دہلی

اردو گھر فنڈ

۵ روپیہ عطیہ دینے والے معطیان

(۱) جناب شیخ اسلام صاحب (۲) جناب مصطفیٰ خاں صاحب
(۳) " غفور خاں صاحب (۴) " ولی محمد صاحب
(۵) " احسان خاں صاحب (۶) " نذیر محمد محمد شریف صاحب
(۷) " مختار صاحب کریا (۸) " عبدالقدیر خلیل صاحب
(۹) " شیخ کریم خلیل صاحب ۷ روپیہ ۵۰ پیسہ

۲ روپیہ عطیہ دینے والے معطیان

(۱۰) جناب عبدالحمید ماسٹر صاحب (۱۱) جناب عبدالرشید صاحب
(۱۲) " جبار نیلہ ماسٹر صاحب (۱۳) " قاضی مقبول الدین صاحب
(۱۴) " عبدالسلام صاحب (۱۵) " عنایت خاں صاحب ٹیلر
(۱۶) " باقو خاں صاحب (۱۷) " حاجی عمر خاں صاحب

۱ روپیہ عطیہ دینے والے معطیان

(۱۸) جناب منظور حسین صاحب (۱۹) جناب حافظ محمد عثمان صاحب
(۲۰) " سرور خاں صاحب (۲۱) " محمد علی صاحب
(۲۲) " محمد بخش صاحب (۲۳) " زردار خاں صاحب سرٹ
(۲۴) " خوش شاہ صاحب (۲۵) " باقو خاں صاحب سبزی
(۲۶) " احمد خاں صاحب نداف (۲۷) " شیخ کریم احمد صاحب
(۲۸) " نذیر احمد صاحب (۲۹) " عبدالحمید صاحب
(۳۰) " بہتر بیے خاں صاحب (۳۱) " نور محمد سبزی صاحب
(۳۲) " عمو خاں صاحب (۳۳) " خورشید علی صاحب
(۳۴) " یلین خاں چودھری (۳۵) " عبدالستار صاحب
(۳۶) " ممتاز خاں صاحب (۳۷) " حکیم ولی محمد صاحب
(۳۸) " واحد صاحب (۳۹) " نبی بخش ماسٹر صاحب
(۴۰) " منظور حسین صاحب (۴۱) " غفور خاں ریاض الدین صاحب
(۴۲) " شرافت ماسٹر صاحب (۴۳) " عبدالصمد ماسٹر صاحب
(۴۴) " عبدالقیوم صاحب (۴۵) " الٰہی بخش صاحب
(۴۶) " ڈاکٹر فیاض صاحب (۴۷) " گل محمد صاحب
(۴۸) " بابو خاں صاحب چوڑی (۴۹) " حاجی بشیر الدین صاحب
(۵۰) " عبدالحفیظ ملا صاحب (۵۱) " عبدالرحمٰن صاحب
(۵۲) " امام خاں صاحب (۵۳) " عبدالرحمٰن صاحب
(۵۴) " عزیز صاحب (۵۵) " مصطفیٰ خاں صاحب
(۵۶) " عبدالشکور صاحب (۵۷) " سلیمان صاحب
(۵۸) نام پوشیدہ ۵ روپیہ (معرفت حاجی محمد خاں صدر انجمن منگاؤں)
(۵۹) جناب شہباز راجوری ہائر سکنڈری اسکول مجول ۲۵ روپیہ (فوت)
(۶۰) پنجاب انڈسٹری اینڈ کامرس ایسوسی ایشن امرتسر ۱۰۰/- روپیہ
(۶۱) کشتی رام منی لال امرتسر ۱۰۰/- روپیہ (معرفت چودھری برہم ناتھ دت)

(۶۲) محترمہ منی خاتون صاحبہ (۶۳) محترمہ صغرا خاتون صاحبہ
(۶۴) " ریحانہ اختری صاحبہ (۶۵) " فاطمہ نسرین صاحبہ
(۶۶) " پدما بائی گو شال صاحبہ (۶۷) " صابرہ خاتون صاحبہ
(۶۸) " زبیدہ خاتون صاحبہ (۶۹) " عابدہ خاتون صاحبہ
(۷۰) " صابرہ شمس الدین " (۷۱) " صدیقہ بانو "
(۷۲) " نجمہ اشرف " (۷۳) " صدور النساء "
(۷۴) " قریشہ بیگم " (۷۵) " خیر النساء "
(۷۶) " صفیہ بیگم " (۷۷) " نور جہاں "
(۷۸) " صالحہ اختری " (۷۹) " شمس النساء "
(۸۰) " گلشن آزاد " (۸۱) " چھایا دیوی "
(۸۲) " صابرہ انجم " (۸۳) " فاطمہ خاتون "
(۸۴) " روشن آزاد " (۸۵) " بیبے بی "
(۸۶) " زاہدہ خاتون " (۸۷) " صغرا النساء خاتون "
(۸۸) " حسینہ خاتون " (۸۹) " شیریں بی بی "
(۹۰) " زرینہ خاتون " (۹۱) " مہر النساء "
(۹۲) " عائشہ سلطانہ " (۹۳) " تسنیمہ خاتون "
(۹۴) " شمشاد بیگم " (۹۵) " ممتاز خانم "
(۹۶) " کلثوم بانو " (۹۷) " نور عائشہ خاتون "
(۹۸) " انجم پروین " (۹۹) " نشہ رزمی "
(۱۰۰) " مجھو مینا نسکر " (۱۰۱) " مریم بی بی "
(۱۰۲) " مشتری بیگم " (۱۰۳) " اختری بیگم "
معرفت ایم۔ اے۔ قاسم صاحب علیگ، ادارۂ فروغ اردو بیروڑہ

میزان حال ۳۷۲/-

باقی آئندہ

(باقی صفحہ ۲ سے آگے)

اجر و ثواب کے بجائے وبال اور گناہ بن جاتا ہے اس لئے کہ الفاظ کے معنی ہی الٹ جاتے ہیں، تجوید جسے فن قرآت کہتے ہیں وہ تو ایک معیاری فن ہے، ترتیل کا مطالبہ اس سے بہت ہلکا ہے مگر اس مطالبے کو بھی پورا کرنے والے سو میں پانچ بھی نکل آئیں تو بہ غنیمت سمجھنا چاہئے، محترمہ خدیجہ نے جو روحانی پیشوا خاندان اور علمی گھرانے کی ایک خاتون ہیں یہ دیکھنے میں چھوٹی مگر فائدے کے اعتبار سے بڑی خدمت انجام دی ہے قابل ذکر بات یہ ہے کہ گجراتی ماحول و فضا میں رہنے والی خاتون نے اردو زبان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا، اردو اور گجراتی (مع عربی) دونوں میں اس رسالے کو شائع کیا ہے۔

تبصرے

محمد رضا انصاری

"صبح" مولانا ابوالکلام آزاد نمبر

صفحات دو سو سائز ۱۸×۲۲ ، قیمت تین روپے

ملنے کا پتہ۔ جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو اعلیٰ منزل، کوچہ پنڈت دہلی۔

انجمن ترقی اردو دہلی کے سہ ماہی ترجمان "صبح" کا ۱۹۷۶ء کا پہلا شمارہ مولانا ابوالکلام آزاد نمبر کے نام سے ۱۹۷۶ء میں وزارت تعلیم (حکومت ہند) کی مالی امداد سے شائع ہوا ہے۔ "صبح" کی مجلس ادارت میں مالک رام صاحب، حمیدہ سلطان صاحبہ، عتیق صدیقی صاحب، تنہا بریلی صاحب، خلیق انجم صاحب اور عبداللطیف اعظمی صاحب (مدیر) ہیں جن میں سے اول الذکر تین ارکان ادارہ کی نگارشات بھی اس نمبر کی زینت ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد، قومی رہنما، صحافی، انشا پرداز، شاعر، خطیب، عالم اور مفسر سب ہی کچھ تھے اور ان خصوصیات گونا گوں میں ان کے جدا جدا اور بھی مثیل و سہیم ہو سکتے ہیں اور رہے ہیں مگر ڈیڑھ سو سالہ دور غلامی کے پورے عرصے میں ملت اسلامیہ ہندیہ کی متاع بے بہا اور گوہر یکتا کی حیثیت صرف مولانا آزاد کی ہے۔ صحافت، انشا پردازی خطابت اور علوم دینیہ کی فراغت کے پہلو سے نہیں، اسلامیان ہند کے یکہ و تنہا مفکر اور بے مثال و بالغ نظر مفسر قرآن کے پہلو سے! دور غلامی کی پوری تاریخ پر نظر ڈال جائیے، فراست، تدبر، صحت مندی اور خیر انجامی کے تقاضوں پر مبنی مسلم سیاست کے پہلو سے صرف مولانا آزاد کی سیاسی تاریخ میں نظر آ سکیں گے ان سے پیش رو زعمائے ملت کی خدمتیں بجا اور برحق بھی تھیں اور اخلاص و نیک نیتی پر مبنی بھی لیکن ان کا حشر یا غدر و شہادت کا پیش پا افتادہ انجام ہوا یا چاپلوسی اور خوشامد کا بہت قدیم روایہ اور یہ دونوں انجام عجز فکر کا مبین ثبوت ہیں۔

جہاں تک مذہب اسلام اور دینیات میں مولانا کی بالغ نظری کا معاملہ ہے تو ان کی تفسیر قرآن، جو ترجمان القرآن کے نام سے سامنے آ چکی ہے، ان کی بالغ نظری کا ناقابل تردید ثبوت ہے قرآن جو نوع انسان کی فلاح و نجات کا منشور تھا اور ہے سابق کے تقریباً تمام شارحین اور مفسرین نے اسے اپنے مذہبی اسلامی اسٹیٹ کے آئین (کانسٹی ٹیوشن) کے پست تر درجے تک اتار دیا۔ مولانا آزاد ہی وہ پہلے مفسر ہیں جنھوں نے قرآن کو اس کے اعلیٰ مرتبہ سے انسانی فلاح کے دائمی منشور سے نیچے اترنے نہیں دیا۔

"صبح" کا مولانا آزاد نمبر ان کے ان ہی دونوں اہم پہلوؤں کی تفصیل و تشریح سے گویا خالی ہے، حالانکہ اس نمبر کے لکھنے والوں میں صف اول کے حضرات شامل ہیں، مثلاً مولانا عبدالماجد دریابادی، ڈاکٹر عابد حسین، خواجہ غلام السیدین، پروفیسر آل احمد سرور اور جناب مالک رام۔ عتیق صاحب صدیقی نے مولانا آزاد کا ذہنی پس منظر جس تفصیل و اطناب کے ساتھ بیان کیا ہے وہ بھی مقصود و مطلب کے لحاظ سے ادھورا رہ گیا۔ اس لئے کہ یہی پس منظر ہر مسلم زعیم کا بھی رہا ہے کس نے اس سے کتنا کام لیا اور مولانا آزاد کے ذہن سیاسی کی ساخت میں اس کا کس حد تک دخل تھا، صدیقی صاحب کا قلم اس منزل پر آکر رک گیا ہے۔

اس نمبر کے کچھ مضامین ایسے بھی ہیں جو دوبارہ شائع ہوئے ہیں، پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی (جامعہ ملیہ اسلامیہ) کا مضمون "افکار آزاد اور چند قومی مسائل" ایک مذاکرہ میں پڑھا جا چکا ہے جس کا اظہار حاشیہ میں کر بھی دیا گیا ہے دوسرے مطبوعہ مضامین کے سلسلے میں یہ وضاحت بھی نہیں کی گئی ہے اجمالاً جن لفظوں میں کہا گیا ہے "اس نمبر میں بعض ایسے مضامین بھی نظر ثانی کے بعد شامل کئے گئے ہیں جو پہلے شائع ہو چکے ہیں" مرتب کی اس رائے سے اتفاق کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مولانا آزاد پر کوئی قابل قدر چیز لکھ سکتے تھے وہ پہلے ہی لکھ چکے ہیں ان سے کوئی نئی چیز حاصل کرنا مشکل تھا۔"

اس نمبر کے دیگر مضمون نگاروں میں جناب عبداللہ ولی بخش قادری (جامعہ ملیہ) جناب ابو سلمان شاہجہاں پوری (پاکستان)، مولانا ریاض الرحمٰن خاں شیروانی (مسلم یونیورسٹی)، محترمہ حمیدہ سلطان (دہلی)، محترمہ نصرت بانو روحی، جناب محمد شرف الدین ساحل ناگپوری، جناب رفعت حسینی اور جناب ظفر ادیب شامل ہیں۔

مجموعی طور پر یہ آزاد نمبر، ان بہت سے آزاد نمبروں سے جو مولانا کے انتقال سے اب تک نکلے ہیں کوئی انوکھا پن نہیں

ترتیل القرآن

مولفہ محترمہ خدیجہ بنت سیدنا ملا طاہر سیف الدین۔

صفحات ۶۴ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ، قیمت ۵۰ پیسے

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لیمیٹڈ پرنسس بلڈنگ جے جے اسپتال بمبئی ۳

روحانی پیشوائے بواہیر سیدنا ملا طاہر سیف الدین کی صاحبزادی سیدہ خدیجہ نے بہت سہل زبان میں حروف قرآنی کو صحیح مخارج سے ادا کرنے کے قواعد پر اپنے اس مختصر رسالے میں روشنی ڈالی ہے، قرآن پڑھنا اور صحیح مخارج سے حروف و الفاظ کو ادا نہ کرنا کبھی کبھی

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

مالک انجمن ترقی اردو (ہند)، علی گڑھ، پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پریس علی گڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا

REGD. NO. L. 299　فون نمبر ۲۹　R. NO. 2185/57